خواب والا بھیڑیا

ایک افسانہ

ڈاکٹر سلیم ابوبکر کھانانی

ایک نیک پروین بیوی کو اپنے خاوند کے عیب کچھ کم ہی نظر آتے ہیں۔ اور جو جلتے سورج کی طرح نظر آ بھی جائیں تو یا تو وہ انہیں نظر انداز کردیتی ہے یا اپنے مجازی خدا کو معاف کر دیتی ہے۔
ویسے اکثر اوقات بھول بھی جاتی ہے
بڑی بوڑھیوں سے سننے میں تو یہی آیا ہے لیکن پتہ نہیں واقعی بھول جاتی ہے یا بھولنے کی اداکاری کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسے خود بھی یقین ہوجاتا ہے کہ خاوند نے کبھی اس کے ساتھ زیادتی نہیں کی
عورت چاہے مشرقی ہو یا مغربی، کسی ترقی یافتہ ملک کی تعلیم سے آراستہ باسی ہو یا کسی پسماندہ علاقے میں رہنے والی غیر تعلیم یافتہ ہو اسے اپنے ساتھ کی ہوئ زیادتیوں کو بھلانا ہی پڑتا ہے جس کے عوض اسے کم از کم سر پر ایک چھت اور اپنے نام کے ساتھ ایک مرد کا نام مل جاتا ہے۔ اکثر عورتوں کی بس یہی میراث ہوتی ہے
اے عورت بحیثیت ماں تیرے پاؤں تلے تیرے بچوں کی جنت ہے ۔ تو اپنے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تیرے بھائ کی کلائ تیری راکھی کی منتظر رہتی ہے۔
کاش تیرا ہم نفس تیرا ہم نوا ہوجائے جو تجھے جوانی میں محبت اور بڑھاپے میں مرحمت عطا کرے

مرزا عظیم بیگ چغتائ نے دو ناول لکھے تھے جن میں عورت کے دو مختلف کردار دکھائے گئے تھے
شہزوری اور کم زوری
اے عورت تیرا نام شہزوری ہے
اے عورت تیرا نام کمزوری ہے

جو کہانی آپ پڑھنے والے ہیں اس کا مرکزی کردار بھی ایک ایسی ہی عورت ہے جو کمزوری کے ہزار مراحل سے گزرتی ہوئ ایک ایسے موڑ پر آگئ جہاں اسے اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ خود ہی کرنا پڑا۔ کم زور سی عورت جب شہ روزی کا تہیہ کر لے تو کیا پہاڑ کیا سمندر کوئ اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتا
رضیہ شہر کراچی میں پیدا ہوئ
شہر کراچی جو کہ روشنیوں کا شہر کہلاتا ہے جس میں زندگی کبھی نہیں رکتی کبھی نہیں سوتی
لیکن اسی شہرِ نگاراں میں ایسے محلے بھی ہیں جہاں کے باسی دن میں بھی اجالے سے

محروم مایوسی کے نا ختم ہونے والے اندھیرے میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر اسی مٹی میں گمنام سے دفن ہوجاتے ہیں۔ گویا پیدائش اور موت کے درمیان زندگی کا وقفہ کاتبِ تقدیر نے ان کے نصیب میں لکھا ہی نہ ہو
اسی شہر میں رضیہ کی کوکھ سے نازو نے جنم لیا۔ یہ نام اس کی ماں نے رکھا یا باپ نے اسے نہیں معلوم لیکن اس کے نام کا ناز سے کوئ دور تلک کا تعلق بھی نہیں تھا ۔
اس کی ماں بمشکل سولہ سال کی ہوئ تھی کہ ماں باپ نے اس کے ہاتھ پیلے کردئیے ۔
اس کا شوہر اس کے چچا کا بیٹا تھا جو عمر میں اس سے کئ سال بڑا تھا کہتے ہیں کہ اس کی پہلی بیوی گیس کا چولہا پھٹنے سے جل مری جب کہ اس کے شوہر کا ،گھر میں موجود ہوتے ہوئے، ایک بال بھی نہیں جلا۔ کچھ گھروں کی آگ صرف عورت کو ہی جلاتی ہے۔
رخصتی کے وقت ماں نے شوہر کی مکمل اور غیر مشروط فرمانبرداری کی تلقین کرتے ہوئے دھیمی لیکن محکم آواز میں کہا:
“ رضیہ اب تمہارا شوہر ہی تمہارا سب کچھ ہے۔ اس کے گھر سے اب تمہارا جنازہ ہی نکلے۔ سمجھیں ناں؟”
رضیہ کم سن سہی نا سمجھ نہیں تھی۔ اس سے دو تین سال بڑی بہن بھی اپنی شادی کے بعد جب پہلی بار شوہر کے گھر سے نکلی تو کفن میں لپٹے ہوئے ہی نکلی۔ ماں کی بات بھلا کیسے ٹال سکتی تھی!
نازو نے جب سے ہوش سنبھالا اپنی ماں کے گالوں پر گلابی کی جگہ گہرے نیل ہی دیکھے جس پر مضبوط انگلیوں کے نشان شوہر کی محبت کی علامت بن کر ابھرتے رہتے تھے
گھر میں شام ہوتے ہی قبرستان کا سا سناٹا چھا جاتا جو اس وقت ٹوٹتا جب اس کے باپ کے ہاتھ اور ماں کی چیخیں اٹھتیں
نازو سو تو جاتی ، اپنی ماں کی طرح کبھی بھوکی کبھی پیاسی ، لیکن ایک ہی خواب اسے بار بار نیند سے جگا دیتا۔ وہ ایک اندھیرے جنگل میں اکیلے بھاگ رہی ہوتی اور اس کے تعاقب میں ایک خوفناک بھیڑیا اپنے ہاتھ بڑھائے اس کے ننھے سے پیوند لگے لباس کو تار تار کیئے جاتا۔
وہ تھک ہار کے لہو لہان ہو کر گر جاتی اور روتی ہوئ اس بھیڑیئے سے کہتی:
“”تمہارے اور اماں کے سوا میرا اور کون ہے؟
ایک صبح جب وہ اٹھی تو اسے اپنی تکلیف کا احساس ہونے سے پہلے ہی ماں کی سسکیاں سنائ دیں
رضیہ کے گالوں پر نیل ہونا کوئ نئ بات نہیں تھی لیکن نازو نے اس سے پہلے اپنی ماں کی گردن پر انگلیوں کے نشانات نہیں دیکھے تھے۔ رضیہ کی سانسیں بکھری ہوئ تھیں۔ ہونٹوں نے کبھی سرخی تو کیا ہی دیکھی ہوگی لیکن اس بار گالوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی نیلگوں ہورہے تھے
آہستہ آہستہ چلتے ہوئے نازو نے رضیہ کی طرف اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ بڑھائے۔ ماں

لبِ مرگ بھی ہو تو اپنی اولاد کو تڑپتا نہیں دیکھ سکتی
ماں بیٹی خوب لپٹ کے روئے
دن گزرا اور شام ہوئ لیکن آج گھر میں قبرستان جیسی خاموشی اور اندھیرے کی جگہ مسرت کی روشنی سی محسوس ہوئ۔ نازو نے پہلے بار ماں کو گنگناتے ہوئے سنا اس کی حیرت نہ رہی جب اس نے پہلی بار ماں کی آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پہ لالی دیکھی۔
چولہے پر کچھ پکنے کی آواز بھی آرہی تھی۔
کچھ دیر بعد باہر سے تالا کھلنے کی آواز سن کر رضیہ نے کہا:" نازو تمہارے ابا آگئے۔ "جاؤ انہیں پیار کر لو۔
ڈرتی سہمی نازو دروازے کی طرف بڑھی اور باپ کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔
"رضیہ میں بہت بھوکا ہوں فوراً کھانا دو۔"
:نازو دروازے پر ہی کھڑی رہ گئ جبکہ رضیہ نے مسکراتے ہوئے کہا
"ابھی لائ۔ آپ ہاتھ منہ دھولیں۔"
فرش پر دسترخوان بچھا کر رضیہ نے اپنے شوہر کے آگے کھانا رکھا اور تھوڑا دور ہٹ کر اس پر پنکھا جھلنے لگی۔
"کوئ آیا تو نہیں؟ پتہ نہیں کتنے عاشق پال رکھے ہوں گے۔"
رضیہ پنکھا جھلتی رہی۔
اب کے تمہاری اماں آئیں تو کچھ پیسے مانگ لینا۔ تھوڑا سا جہیز دیکر اپنی بلا میرے " "سر باندھ دی۔
رضیہ خاموش پنکھا جھلتی رہی۔
"کیا سانپ سونگھ کیا ہے یا منہ میں زبان نہیں؟ "
پنکھے کی رفتار بدستور جاری رہی۔
اچانک نازو کے ابا کی آواز بلند ہوئ لیکن اس بار اس میں وہ لڑکھڑا ہٹ تھی جو ننھی نازو نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ ایک دل خراش چیخ تھی جیسے کسی جانور کا گلا کاٹا جارہا ہو
"رض---ضیہ یہ۔ تممممم نے کیییا کھلاااا دیا"
منہ سے جھاگ نکلنے لگے اور آنکھیں پتھرانے لگیں۔ کچھ دیر کو ہاتھ پاؤں لرزے اور پھر ایک سکوت چھا گیا
نازو سہم کر اپنی ماں سے لپٹ گئ
پنکھا چلتا رہا
نازو کا باپ فرش پر ہی ڈھیر ہوچکا تھا۔ نہ جسم میں کوئ جنبش نہ سانس لینے کی آواز قبرستان کی سی خاموشی چھا گئ
اچانک پنکھا رک گیا اور رضیہ کی ہذیانی ہنسی چھوٹے سے کمرے میں گونجنے لگی۔
نازو پہلے پہل کچھ گھبرا سی گئ لیکن پھر ماں سے لپٹ کر ہنسنے لگی
"!نازو! اب تمہارے خوابوں میں کوئ بھیڑیا نہیں آئے گا"